© rasailojaraid.com

مولانا مجاہد الحسینی

حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کی ایک سبق آموز یاد

دورِ حاضر میں میڈیا کی روز افزوں ترقی کا چرچا زبان زدِ عوام ہے، اہل علم و قلم کی صلاحیتیں بھی اجاگر ہو رہی ہیں۔ چنانچہ ایک روزنامہ کے کالم نگار وقار خان نے منفردانہ انداز میں ''برزباں تسبیح و در دل گاؤ خر'' کے زیرِ عنوان گلی کوچوں میں ''اشیاء بردوش'' فروخت کرنے کے لیے آوازیں دینے والے پٹھانوں کے طریق فروختگی کا تذکرہ کیا ہے، کہ ''لِپ ٹاپ'' بیچنے کی آواز پر میں نے قیمت دریافت کی تو دس ہزار روپے سے آغاز کر کے آٹھ سو روپے تک آ گئے تھے، ''لِپ ٹاپ'' چونکہ پرانا تھا اور بقول پٹھان اس میں سی ڈی ڈالنے سے ہی پلم (فلم) چلتا تھا اس لیے میرا سودا نہ ہو سکا تھا۔ ''لِپ ٹاپ'' کی فروختگی سن کر میرا ذہن حکومت پنجاب کی جانب سے سکولوں، کالجوں کے لڑکوں کو ان میں ''تعلیم و تربیت'' کا صحیح ذوق و شوق پیدا کرنے کی خاطر عطا کیے گئے۔ ''لِپ ٹاپ'' کی جانب کیا گیا تھا، لیکن سارا مضمون پڑھ کر ''تسبیح اور گاؤ خر'' کا اشارۃً بھی ذکر نہ تھا۔ اس پر مجھے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا واقعہ یاد آ گیا۔ کہ ۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختمِ نبوّت کے دوران جب کراچی میں مشرقی اور مغربی پاکستان کے علماء و مشائخ اور مذہبی جماعتوں کے رہنماؤں سے مشاورت کے سلسلے میں اجلاس منعقد ہو رہے تھے تو شاہ صاحبؒ حاجی مولا بخش سومرو (سابق مرکزی وزیر) کی رہائش گاہ متصل مزار قائداعظم پر مقیم تھے۔ راقم الحروف اور شاہ صاحبؒ کے بڑے فرزند مولانا سید ابوذر بخاریؒ بھی شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک روز نماز مغرب کے بعد جب امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اپنے معمول کے مطابق ''تسبیح بدست'' اللہ کے ذکر و فکر میں منہمک تھے کہ نامور مزاح نویس مجید لاہوری اور عبدالمجید سالک کمرے میں داخل ہوئے۔ اور شاہ صاحب کو ذکر و وِرد میں گہرے مصرف دیکھ کر سالک نے طنزاً ''برزباں تسبیح و در دل گاؤ خر'' کا مصرع چست کیا۔

شاہ صاحب نے سر ہلاتے ہوئے اپنی تسبیح کی جانب اشارہ کیا۔ یعنی اس سے فراغت پا کر اس کا جواب دیتا ہوں۔ چنانچہ حضرت امیر شریعتؒ نے معمولات سے فارغ ہو کر فرمایا:

ہاں سالک: تم نے کیا کہا تھا؟ واقعی جب تم دونوں کمرے میں داخل ہوئے تھے تو تمہیں دیکھ کر'' گاؤ اور خر'' ہی کا تصور ابھر آیا تھا۔

شاہ صاحب نے ابھی بات مکمل نہ کی تھی کہ...... مجید لاہوری نے شاہ صاحب کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا:

شاہ جی میں تو آپ کی گائے ہوں نا۔

اس پر ایک قہقہہ بلند ہوا۔ یعنی سالک خر کا مصداق ٹھہرے۔

سالک کے چہرے پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔ اسے کچھ سجھائی نہ دیتا تھا کہ شاہ صاحب نے گفتگو کا رخ موڑتے ہوئے مجید لاہوری سے مخاطب ہو کر فرمایا:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مجید...... مدت کے بعد ملاقات ہوئی ہے کہاں غائب رہے؟

مجید لاہوری: ...... شاہ جی، آپ کا در چھوڑ کر میں نے کہاں جانا ہے، یہ آپ ہی کی نگاہِ کرم ہے کہ مجھے شرف ملاقات سے نوازا۔ لاہور میں جن دنوں مجھے نواب زادہ نصر اللہ خاں اور آغا شورش کاشمیری کی زیرِ ادارت روزنامہ آزاد کے ادارے میں ”اکتسابِ ادب“ کا موقع ملا تھا، آپ کی اور ماسٹر تاج الدین انصاری، شیخ حسام الدین، قاضی احسان احمد شجاع آبادی اور دیگر رہنماؤں کی صحبت نصیب ہوئی تھی۔ وہ میری زندگی کا سرمایۂ صد افتخار ہے، اُن یادوں کے نقوش آج بھی جگمگا رہے ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

میں بے ہنر تھا مگر صحبت ہنر میں رہا
شعور بخشا ہمہ رنگ محفلوں نے مجھے

مجید لاہوری سے یہ شعر سن کر شاہ صاحب کی عجیب کیفیت ہوگئی تھی، آپ نے ہم سب کو قریب ہو جانے کا اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

”قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جہاں حضور خاتم الانبیاء محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتِ شان بیان کی ہے وہاں آپ کے رفقاء اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی مختلف پیرائے میں تذکرہ کیا ہے۔ کہیں ان کے ایمان لانے کو لوگوں کے لیے حجت اور مشعلِ راہ قرار دیا ہے، کہیں غارِ ثور کے ساتھی (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کو دشمنوں سے محفوظ رکھنے کی حوصلہ افزائی کی صورت میں اِنَّ اللّٰہ مَعَنَا کے الفاظ سے اللہ تعالیٰ کی رفاقت و معیت کی تسلی دی گئی ہے، صلح حدیبیہ کا مرحلہ آتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں اور صحبت یافتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیعت لیتے وقت اپنے دستِ مبارک پر دوسرا ہاتھ رکھ کر اسے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دے رہے ہیں کہ وحی نازل ہو جاتی ہے یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ کہ ان سب کے ہاتھوں کے اوپر اللہ کا ہاتھ ہے، مقام بدر پر روزہ دار اور بے سروسامان گنتی کے تین سو تیرہ جاں نثار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو ثابت قدمی اور شجاعت و بہادری کا مظاہرہ کرنے کے لیے خوش خبری سنائی جاتی ہے لَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّۃ تم اپنے آپ کو کمزور نہ سمجھو اللہ نے تمھاری مدد اور قطار اندر قطار نازل ہونے والے فرشتوں سے نصرت کی ہے۔ غرضیکہ سارا قرآن ہی حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشاق، جاں نثار اور صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زندگی کے شعور و آگہی سے آراستہ و تربیت یافتہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے محاسن و اوصاف کے حوالوں اور تذکروں کا آئینہ دار ہے۔

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر نہ تو کوئی ”صاحبِ ہنر“ ہوا نہ ہو سکتا ہے یہ اسی ذات اقدس کا اعجاز اور انھی کی صحبت صالحہ کا اثر اور جلوہ نمائی تھی کہ اونٹیوں اور بکریوں کے راعی، قیصر و کسریٰ کے تختوں کے وارث اور بادشاہوں کی مسندوں پر براجمان ہو گئے تھے۔ دنیا میں اسلامی انقلاب برپا کر دینے والے اور زندگی کے نشیب و فراز سے آشنا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے دنیا کی کسی یونی ورسٹی اور کسی سول سروسز اکیڈمی سے تعلیم و تربیت نہیں پائی تھی بلکہ وہ مدینہ منوّرہ کے علمی مرکز صُفّہ اور کھجور کی شاخوں اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پتوں سے بنی مسجد نبوی کی چٹائیوں پر بیٹھ کر براہ راست محسن انسانیت علیہ الصلوۃ والسلام کی صحبت سے فیض وشعور یافتہ تھے، ایسی پاکباز شخصیات کو بعض کم ظرف گستاخانہ الفاظ سے یاد کرتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھے ساتھی نہ ملے تھے اور جو ملے (نعوذ باللہ) ان کا دامن اسلام کی نعمت سے خالی تھا؟ حضرت امیر شریعتؒ نے پر جلال لہجے میں فرمایا:

میری، اور میرے رفقاء کی زندگیاں کھلی کتاب کی مانند ہیں، ہم گنہگار اور خطا کار ہیں، ہمارا حال یہ ہے کہ ہماری مجلس اور صحبت میں اور ہمارے بزرگوں کے حاشیہ نشینوں میں کوئی بد کردار، بدخصلت اور بدمعاش نہیں بیٹھ سکتا۔ ابھی کل ہی کی بات ہے کہ ۱۹۴۷ء کے انقلاب کے مرحلے میں لوٹ مار اور غیر مسلموں کی جائیداد اور متروکہ قیمتی ساز وسامان ہڑپ کرنے کا بازار گرم ہوا تھا، اس لوٹ کھسوٹ میں بڑے بڑے جغادری رہنماؤں اور سیاست دانوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا مگر ہمارے غریب ساتھیوں میں سے کسی ایک کا دامن داغدار نہیں ہوا تھا۔ ہمیں تو ایسے باکردار ساتھی مل گئے جنھوں نے فرنگی سامراج کے لرزہ خیز مظالم اور قید وبند اور دار ورسن کے صبر آزما مراحل میں ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا تھا۔ ان کے سامنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہی کے مجاہدانہ کارنامے تھے، انہی پاکباز شخصیات کے نقش قدم ان کے لیے نشانِ منزل تھے اور بقول سعدی شیرازی اگر حمام کی مٹی پر جھکے ہوئے پھول کی پتی مٹی کو خوشبودار بنا سکتی اور ''جمالِ ہم نشیں'' اثر دکھا سکتا ہے تو حضرت رسول اللہ، محسن انسانیت، رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور ہم نشینی کی سعادت پانے والے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں پر بھلا کوئی اثر مرتب نہیں ہوا تھا؟ یہ انہی نفوس قدسیہ کی اثر انگیزی ہے کہ آج ہم اُمت مُسلمہ کی صف میں کھڑے ہیں، دور حاضر کے ظلمت کدے میں وہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی اور انہی کے نقش قدم پر چلیں گے تو منزل تک رسائی ممکن ہوگی۔ احسان دانش نے کیا خوب کہا ہے:

تیرے اصول، تیرے نشاں، تیری راہ پر
جو قافلے چلے وہی منزل پر آئے ہیں!

© rasailojaraid.com